محمد وسیم اختر مفتی

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

[''سیر سوانح'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

(۳)

وسطی شام فتح ہو چکا تو ابو عبیدہ نے بازنطینیوں پر فیصلہ کن وار کرنے کی ٹھانی۔ وہ فوج لے کر فحل (Pella) کی طرف روانہ ہو گئے جہاں بازنطینی فوج کا ایک بڑا حصہ (garrison) مقیم تھا، جنگ اجنادین سے بچ کر آنے والے فوجی بھی وہاں منتقل ہو چکے تھے۔ خالد بن ولید مقدمۃ الجیش کی قیادت کر رہے تھے۔ ۲۸ ذی قعد ۱۳ھ (۲۳ جنوری ۶۳۵ء) کو وادیٔ اردن میں دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی جس میں جیش اسلامی نے تھیوڈور (Theodore the Sacellarius) کی سربراہی میں لڑنے والی رومی فوج کو شکست سے دوچار کیا۔ جنگ فحل کے بعد مسلم فوج دو حصوں میں بٹ گئی، ایک حصہ عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ کی راہ نمائی میں جنوب کی جانب فلسطین کی مہم پر چلا گیا، جبکہ ابو عبیدہ اور خالد دوسرے حصے کو لے کر شمالی شام کی طرف کوچ کر گئے۔ یہ ایمیشا کے راستے میں مرج روم پہنچے تھے کہ خالد کو خبر ملی کہ ہرقل نے تھیوڈرس (Theodras) کی سپہ سالاری میں ایک تازہ دم فوج دمشق کو مسلم قبضے سے چھڑانے کے لیے بھیجی ہے۔ انھوں نے ابو عبیدہ سے اجازت لی اور اپنا دستہ لے کر دمشق روانہ ہو گئے۔ ابو عبیدہ بن جراح نے مرج روم رک کر رومی لشکر کو شکست دی، جبکہ خالد نے اس کے اگلے حصے میں جانے والے تھیوڈرس کو جا لیا۔ دمشق کی دوسری جنگ سے فارغ ہونے کے بعد خالد ایمیشا پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دو ماہ کے محاصرے کے بعد

۲۶ محرم ۱۵ھ (مارچ ۶۳۶ء) میں انھیں فتح حاصل ہوئی۔

ایشیا کو زیر کرنے کے بعد ابوعبیدہ نے تمام شمالی شام فتح کرنے کا پلان بنایا، جبکہ ہرقل جس نے اپنی قوتیں اناطولیہ میں جمع کر لی تھیں مسلم افواج کو بیک وقت پانچ محاذوں پر الجھانے کا منصوبہ بنایا۔ جواب میں ابوعبیدہ نے خالد کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے ساری فوج شام سے نکال کر جابیہ میں جمع کر لی۔ ہرقل کے لیے اپنے پلان پر عمل کرنا ممکن نہ رہا تو خالد نے فوج کو یرموک (Hieromyax) منتقل کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ دریاے یرموک کے ساتھ، گولان کی پہاڑیوں کے جنوب مشرق میں چالیس میل کے فاصلے پر ایک سطح مرتفع ہے جو موجودہ اسرائیل، اردن اور شام کی درمیانی سرحد پر واقع ہے۔ دریاے یرموک دریاے اردن کی ایک شاخ ہے، آج کل یہ شام اور اردن کی سرحد بنا رہا ہے۔ اس کے مغربی کنارے پر واقوصہ (یاوقاد) نام کی ساڑھے چھ سو فٹ گہری کھائی ہے۔ اسلامی فوج طلال جموع (Hill of Samein) پر اکٹھی ہوئی اور رومی فوج نے دیر ایوب اور دریاے یرموک کے بیچ وادیِ واقوصہ میں پڑاؤ ڈالا جو تین اطراف سے اونچی پہاڑیوں میں گھری ہوئی تھی۔ باہر نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا جس پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ عمرو بن عاص چلائے، مسلمانو! خوش خبری ہو، محصور فوج شاذ و نادر بچتی ہے۔ اسلامی فوج میں ایک سو بدریوں سمیت ایک ہزار صحابہ شامل تھے، ابوعبیدہ بن جراح، عمرو بن عاص، یزید بن ابوسفیان اور شرحبیل جیسے جرنیلوں کے علاوہ عشرۂ مبشرہ میں سے زبیر بن عوام موجود تھے۔ صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی، تین ماہ گزر گئے، رومی باہر آ سکے نہ مسلمان قلت تعداد کی وجہ سے میدان میں گھس سکے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ربیع الثانی ۱۳ھ (جون ۶۳۴ء) میں خالد بن ولید یرموک پہنچے، اسی وقت باہان (واہان) اپنی فوج کے لیے کمک لایا۔ دین نصرانی کی نصرت پر ابھارنے کے لیے راہبوں اور قسیسوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ آئی۔ رومیوں کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار ہو چکی تھی، جبکہ اہل ایمان کی نفری چالیس ہزار سے بھی کم تھی۔ خالد نے اپنی فوج کو بے ترتیب پایا تو ایک خطبہ دے کر فوج کی صف بندی اور تنظیم کی اہمیت واضح کی۔ انھوں نے فرمایا، جنگ کا یہ دن اللہ کے عظیم ایام میں سے ایک ہے۔ اس میں فخر اور سرکشی روا نہیں۔ جہاد خالصۃً اللہ ہی کی رضا جوئی کے لیے کریں۔ اگر آج رومیوں نے ہمیں شکست دے دی تو ہم کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ ہمیں فوج کی قیادت کو اس طرح ایک کر لینا چاہیے کہ باری باری ہر جرنیل کو سالاری کا موقع مل جائے۔ اس فیصلے کے بعد اس دن کی کمان انھوں نے سنبھالی پھر چھتیس یا چالیس کمانڈروں کی سربراہی میں ہزار ہزار جوانوں پر مشتمل دستے ترتیب دیے۔ قلب کی کمان ابوعبیدہ بن جراح کو، میمنہ کی عمرو بن عاص کو، میسرہ کی یزید بن ابوسفیان کو، مقدمہ کی قباث بن اشیم کو اور ساقہ کی عبداللہ بن

مسعود کو سونپی۔ ابوالدردا اس دن قاضی تھے، ابوسفیان سپاہیوں کو جوش دلا رہے اور مقداد بن اسود قرآنی آیات کی تلاوت کر رہے تھے۔ ابن اسحاق کی روایت میں کمانڈروں کے نام اس طرح ہیں۔لشکر کے چار حصوں کے سربراہ: ابوعبیدہ، عمرو بن عاص، شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابوسفیان۔ قائد میمنہ معاذ بن جبل، کمان دار میسرہ نفاثہ بن اسامہ، پیادوں کے سالار: ہاشم بن عتبہ اور گھڑسواروں کے قائد خالد بن ولید۔ رومی لشکر تمام میدان جنگ کا احاطہ کیے ہوئے تھا، سپاہی نعرے بلند کر رہے تھے اور راہب انجیل پڑھ کر ہلا شیری دے رہے تھے، خالد بن ولید نے ابوعبیدہ سے کہا، یہ لشکر زوردار حملہ کرے گا جس سے میمنہ و میسرہ کے اکھڑ جانے کا خدشہ ہے۔ میں گھڑسوار دستے کو دو حصوں میں بانٹ کر ان کی پشت پر رکھنا چاہتا ہوں تاکہ انھیں سہارا مل جائے، ایک حصے کی کمان خالد نے رکھی، دوسرے پر قیس بن ہبیرہ آ گئے۔ خالد نے ابوعبیدہ کو قلب چھوڑ کر ساقہ میں جانے کی ہدایت کی تاکہ کسی کو پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی جرأت نہ ہو پھر میدان جنگ سے باہر بیٹھی عورتوں سے جا کر کہا، تمھیں جو سپاہی جنگ چھوڑ کر فرار ہوتا نظر آئے، اپنی تلواروں سے اس کا کام تمام کر دینا۔ ابوعبیدہ کی جگہ سعید بن زید آ گئے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں، ابوعبیدہ، معاذ بن جبل، عمرو بن عاص، ابوسفیان اور ابوہریرہ نے باری باری وعظ کیا اور سپاہیوں کو جنگ میں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔

رجب ۱۵ھ (اگست ۶۳۶ء) میں ہونے والی جنگ یرموک چھ دن جاری رہی۔ لیفٹیننٹ جنرل آغا ابراہیم اکرم نے اس کی مرحلہ وار تفصیل بیان کی ہے۔

جنگ کا پہلا دن ۸ رجب ۱۵ھ (۱۵ اگست ۶۳۶ء) جنگ شروع ہونے سے پہلے باہان (واہان) نے خالد کو بلا کر کہا، ہمیں معلوم ہوا ہے، تنگ دستی اور بھوک نے تمھیں اپنے ملک سے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ میں ہر شخص کو دس دینار، کپڑا اور اناج دیتا ہوں، لے کر لوٹ جاؤ اگلے سال یہ سب دوبارہ بھیج دوں گا۔ خالد نے جواب دیا، تم نے ٹھیک کہا، ہم بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں، لیکن ہم خون آشام قوم ہیں اور ہمیں پتا چلا ہے کہ رومیوں سے زیادہ لذیذ خون کسی کا نہیں ہوتا۔ پھر انھوں نے عکرمہ اور قعقاع کو جنگ شروع کرنے کا حکم دیا۔ رجز پڑھے گئے، دعوت مبارزت دی گئی، انفرادی حملے کیے گئے اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔ دوران جنگ میں رومی جرنیل جارج (George) نے صف سے باہر آ کر خالد بن ولید کو بلایا اور پوچھا، سچ سچ بتاؤ! کیا اللہ نے تمھارے نبی پر آسمان سے تلوار اتاری ہے جو اس نے تمھیں دی ہے تاکہ جس پر سونتو، شکست کھا جائے۔ انھوں نے جواب دیا، نہیں۔ اس نے پوچھا، پھر تمھیں سیف اللہ کیوں کہا جاتا ہے؟ انھوں نے کہا، جب مجھے اسلام کی ہدایت ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نصرت کی دعا دی اور فرمایا، تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک ہو جو اس نے مشرکین پر سونت دی ہے۔ جارج نے پوچھا، تم کس بات کی دعوت دیتے ہو؟ انھوں نے بتایا، اس بات کی گواہی دینے کو کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے پوچھا، جو تمھاری بات نہ مانے؟ جواب ملا، جزیہ دے، ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ سوال کیا، جزیہ نہ دے تو؟ ہم اس سے جنگ کریں گے۔ جارج نے پوچھا، جو تمھاری دعوت قبول کر کے آج اس دین میں شامل ہو جائے؟ خالد نے کہا، سب پر ایک جیسے فرائض عائد ہوں گے اور ہر ایک کو مساوی اجر ملے گا۔ جارج نے کہا، تم نے سچ کہا، مجھے بھی اسلام کی تعلیم دو۔ خالد نے اسے غسل کرا کے دو رکعت نماز پڑھائی۔ رومیوں کے حملے جاری تھے، جارج نے خالد کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیا، دن بھر تلوار زنی کی اور شام سے پہلے جام شہادت نوش کیا۔ اس دن وہ صرف دو رکعت ہی ادا کر پائے، لیکن بلند ترین مقام پا گئے۔ پہلے دن کی مبارزت میں رومیوں کے کئی کمانڈر مارے گئے۔ ایک تہائی رومی فوج نے جنگ میں حصہ لیا اور کوئی خاص کارکردگی نہ دکھائی۔ باہان (واہان) کا مقصد مسلمانوں کی قوت کا اندازہ کرنا تھا۔

دوسرا دن ۹ رجب ۱۵ھ (۱۶ اگست ۶۳۶ء)، پہلا مرحلہ باہان نے فیصلہ کیا جب مسلمان فجر کی نماز پڑھنے لگیں تو اسی وقت حملہ کر دیا جائے، کیونکہ تب وہ جنگ کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ اس کی اسٹریٹیجی یہ تھی کہ مسلم فوج کے قلب کو ہلکی جھڑپ میں الجھا کر میمنہ و میسرہ پر زوردار حملہ کیا جائے تاکہ وہ میدان جنگ سے بھاگ جائیں یا قلب میں گھسنے پر مجبور ہو جائیں۔ علی الصبح رومی غلاموں پر مشتمل میسرہ نے جس کی سربراہی ان کا جرنیل دیرجان (یا قناطیر Nicolle) کر رہا تھا مسلم میمنہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس طرح کی صورت حال سے نمٹنے کے لیے خالد مضبوط فرنٹ لائن پہلے ہی ترتیب دے چکے تھے۔ ازد، مذحج اور حضر موت اور زبید کے قبائل پر مشتمل میمنہ کی کمان عمرو بن عاص کے پاس تھی۔ انھوں نے ایک بار تو رومیوں کی یلغار روک لی، لیکن پھر قلب کی طرف پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اس دباؤ کو زبید قبیلہ کے افراد نے کم کیا، وہ پیچھے ہٹے پھر نعرہ بلند کر کے پلٹے اور زوردار حملہ کر کے رومیوں کو ہٹا دیا۔ اس دوران میں عورتیں لکڑیاں اور پتھر لے کر پیچھے مڑنے والوں کو دھمکا رہی تھیں۔ دوسرا مرحلہ خالد نے میمنہ کی پوزیشن مستحکم کرنے کے بعد اسے رومی لشکر کے میسرہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ خود اپنا دستہ لے کر وہ دوسری جانب سے میسرہ پر چڑھ دوڑے۔ رومیوں نے گھبرا کر مسلم فوج کی پوزیشنیں چھوڑ دیں اور عمرو بن عاص ان پر واپس آ گئے۔ اس کے برعکس مسلم میسرہ دباؤ میں رہا حتیٰ کہ یزید بن ابوسفیان کو قلب کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ اس مرحلے پر باہان کی پلاننگ کامیاب ہوتی نظر آ رہی تھی، لیکن ہند کی قیادت میں عورتوں نے خیموں کی لکڑیاں اکھاڑ لیں اور مردوں کو مارنے کو

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

دوڑیں جس سے وہ اپنی جگہ پر تھم گئے۔ تیسرا مرحلہ خالد نے ضرار بن ازور کے دستے کو رومی فوج کے قلب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ رومی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹے، غروب آفتاب تک دونوں فوجیں پہلی پوزیشنوں تک آ چکی تھیں۔ اس حملے میں بے شمار مسلمان شہید ہوئے، رومیوں نے سپاہیوں کے ساتھ اپنے جرنیل دیرجان کو کھو دیا۔ اس کے مرنے سے باہان کی پلاننگ فیل ہوئی اور رومی فوج کا مورال گر گیا۔

تیسرا دن ۱۰ رجب ۱۵ھ (۱۷ اگست ۶۳۶ء)، پہلا مرحلہ بازنطینی فوج کے مسلم میمنہ اور ملحقہ قلب پر حملے سے دن کا آغاز ہوا۔ اسلامی فوج کچھ پیچھے ہٹی، لیکن پھر سنبھلی اور جوابی حملے کے لیے تیار ہو گئی۔ دوسرا مرحلہ خالد نے اپنا دستہ لیا اور رومی فوج کے میسرہ کے اندرونی جانب پر یلغار کی، ساتھ ہی اپنی فوج کے میمنہ کو اس کے بیرونی طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ گھمسان کی جنگ میں طرفین کا جانی نقصان ہوا اور رومی فوج پیش قدمی کرنے میں ناکام رہی۔

چوتھا دن، ۱۱ رجب ۱۵ھ (۱۸ اگست ۶۳۶ء)، پہلا مرحلہ: باہان نے گزشتہ دن کی اسٹریٹیجی کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ رومی میسرہ میں شامل غلاموں کی بٹالین نے قناطیر کی سربراہی میں اسلامی میمنہ پر دوبارہ حملہ کیا، عیسائی عربوں نے جبلہ کی کمان میں ان کی مدد کی۔ نتیجۃً میمنہ پیچھے ہٹا، اسی اثنا میں خالد اپنے دستے کے ساتھ داخل ہوئے اور میسرہ اور قلب کے کمانڈروں ابوعبیدہ اور یزید کے ساتھ مل کر ایسا زوردار حملہ کیا کہ رومی فوج کے لیے آگے بڑھنا ممکن نہ رہا۔ دوسرا مرحلہ: خالد نے اپنے دستے کو دو حصوں میں بانٹ کر رومی میسرہ کے دونوں پہلوؤں پر حملہ (flanking manoeuvre) کیا۔ اسی وقت مسلم قلب نے رومی فوج کے فرنٹ کو اور میمنہ نے ان کے میسرہ کو نشانہ بنایا۔ اس چوتھی حملے میں رومی قلب اور میسرہ دونوں پسپا ہو گئے، لیکن دوسری جانب رومی گھڑ سواروں نے یزید اور ابوعبیدہ کے زیر کمان قلب اور میسرہ پر تیر اندازی کر کے ان کی پیش قدمی روک دی۔ کئی مسلم سپاہیوں کی آنکھیں تیر لگنے سے ضائع ہوئیں، کہا جاتا ہے، اسی دن ابوسفیان کی دوسری آنکھ پھوٹی، پہلی طائف کے محاصرے میں ضائع ہو چکی تھی۔ عکرمہ کے دستے نے فوج کو سنبھالا دیا اور رومی فوج پر جوابی حملہ کیا۔ اسی اثنا میں پیچھے ہٹنے والے دستے بھی سنبھلنے میں کامیاب ہوئے۔ اس کوشش میں عکرمہ کے بے شمار جوان شہید اور زخمی ہوئے، وہ خود بھی اسی دن شہادت سے سرفراز ہوئے۔

پانچواں دن، ۱۲ رجب ۱۵ھ (۱۹ اگست ۶۳۶ء): شدید جانی نقصان اٹھانے کے بعد باہان نے کچھ دن کے لیے عارضی جنگ بندی کرنے کی استدعا کی تاکہ مذاکرات کیے جا سکیں۔ اس درخواست میں خالد نے اپنی فتح دیکھی اس لیے اسے مسترد کرتے ہوئے جارحانہ جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے تمام لڑاکا دستوں کو یکجا کیا تو آٹھ ہزار

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کی نفری بنی، اسے انھوں نے جارحانہ کارروائی کے لیے کافی سمجھا۔ پورا دن اسی پلاننگ میں گزر گیا، خالد نے رومی فوج کے فرار کے راستوں کو مسدود کرنے کے لیے الگ نفری مقرر کی۔ میدان جنگ میں تین گہری کھائیوں کے علاوہ مغرب کی سمت میں وادیٔ رقاد (یا راقوصہ)، جنوب میں وادیٔ یرموک اور مشرق میں وادیٔ الان (Allan) تھی۔ ان اطراف میں بازنطینی فوج کا جانا ممکن نہ تھا اس لیے انھوں نے صرف شمال کی سمت بلاک کی۔ اس کے علاوہ پانسو سپاہیوں پر مشتمل ضرار بن ازور کے دستے کو بھیج کر وادیٔ رقاد پر واقع واحد پل پر بھی قبضہ کر لیا۔ چھٹا دن، ۱۳ر رجب ۱۵ھ (۲۰ اگست ۶۳۶ء) پہلا مرحلہ: خالد کا پلان تھا کہ رومی فوج کے فرنٹ اور میسرہ پر بیک وقت زوردار حملہ کر کے اسے وادیٔ رقاد کی گہری کھائیوں کی طرف دھکیل دیا جائے۔ انھوں نے محض ایک سو گھڑ سواروں کو یک جا کر کے دفعۃً ایسا دھاوا بولا کہ ایک لاکھ رومی تتر بتر ہو گئے۔ ان میں سے چھ ہزار اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور باقیوں کو کوئی جائے پناہ نہ مل رہی تھی۔ دوسرا مرحلہ: خالد کے حملے کو دیکھ کر باہان نے اپنی فوج کے گھڑ سوار دستوں (cavalry) کو یک جا ہونے کا حکم دیا، لیکن مسلم گھڑ سواروں کے شدید حملے کے دوران میں ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ نتیجۃً انھیں اکھڑ کر شمال کی سمت میں پسپا ہونا پڑا۔ اس طرح رومی پیادہ فوج کو کوئی سپورٹ نہ رہی۔ تیسرا مرحلہ: خالد نے رومی قلب پر حملہ کر کے اسے مکمل طور پر منتشر کر دیا۔ چوتھا اور آخری مرحلہ: رومی بازنطینی فوج کی شکست یقینی ہو گئی تو خالد نے اس کی راہ فرار مسدود کرنے کے لیے اپنا دستہ بھی شمال کی طرف منتقل کر دیا۔ رومی مغرب کی سمت میں وادیٔ رقاد کی طرف پسپا ہوئے، ان کی کوشش تھی کہ عین الذخر (David Nicolle کا خیال ہے کہ یہاں پل تھا، لیکن لیفٹیننٹ جنرل اکرم کہتے ہیں کہ یہ ایک قلعہ کا نام ہے) کے تنگ پل کو عبور کر کے نکل جائیں، لیکن وہاں ضرار بن ازور پانچ سو جوانوں کے ساتھ رات سے قابض تھے۔ اسلامی فوج کے دباؤ میں رومی فوج ایسی کسی گئی کہ اس کے لیے ہتھیار چلانا بھی ممکن نہ رہا۔ لاتعداد سپاہی گہری کھائی میں گر کر مارے گئے، جنھوں نے پانی کے راستے فرار ہونے کی کوشش کی، وہ بھی نہ بچ پائے۔ پھر بھی کئی رومیوں نے مصر، ایشیا اور دمشق کو راہ فرار پکڑی۔ جبلہ بن ایہم بھی بھاگنے میں کامیاب ہو گیا، تھیوڈور (Theodore Trithurios) مارا گیا۔ بہت کم رومی قید میں آئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد خالد نے رومی بھگوڑوں کا دمشق تک پیچھا کیا۔ باہان (واہان) وہیں مارا گیا۔ دمشق کے مقامی باشندوں نے خالد کو خوش آمدید کہا۔ اس جنگ کے نتیجے میں ہرقل کو شام چھوڑنا پڑا، وہ سمندر کے راستے قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔

جنگ یرموک کے دو واقعات مشہور ہیں، اس لیے ان کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔ کچھ جری جوان معرکے میں شریک زبیر بن عوام کے پاس آئے اور کہا، آپ دشمن پر حملہ کریں تو ہم بھی ساتھ دیں گے۔ زبیر نے کہا، اگر میں نے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حملہ کیا اور تم نے ساتھ نہ دیا تو جھوٹے پڑ جاؤ گے۔ سب نے کہا، ایسا نہیں ہوگا۔ زبیر نے ایسے زور کی یلغار کی کہ سب کو پیچھے چھوڑ کر اکیلے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ جب وہ پلٹے تو رومیوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھوں پر تلوار کے دو وار کیے جن سے دو نئے گھاؤ آ گئے، جنگ بدر کے زخم کا نشان ان کے بیچ تھا۔ یہ مشہور واقعہ جنگ یرموک ہی میں پیش آیا کہ چند زخمیوں میں سے ایک کو پینے کے لیے پانی دیا گیا تو اس نے اپنے ساتھی کو دینے کا اشارہ کیا۔ پانی اس کے پاس آیا تو اس نے اگلے کی طرف بڑھا دیا۔ اس طرح کرتے کرتے سب نے شہادت پائی۔

طبری اور ابن کثیر نے سیف بن عمر کی روایت کو اختیار کیا ہے جس کے مطابق معرکۂ یرموک ۱۳ھ میں فتح دمشق سے پہلے پیش آیا۔ اس روایت کے مطابق خلیفۂ اول سیدنا ابوبکرؓ کی وفات ہوئی تو جنگ یرموک زوروں سے جاری تھی، طرفین بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے کہ مدینہ سے محمیہ بن زنیم خالد کے پاس پہنچے اور انھیں حضرت ابوبکر صدیق کی وفات اور عمر بن خطاب کے انتخاب کی خبر دی۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ابوعبیدہ بن جراح کو کمانڈر ان چیف مقرر کیا گیا ہے۔ خالد نے فوری طور پر اس خبر کو عام کرنا مناسب نہ سمجھا کہ کہیں جنگ کا پانسا الٹ نہ جائے۔ ابن عساکر کی نقل کردہ روایات کے مطابق جنھیں موجودہ مؤرخین نے ترجیح دی ہے، یرموک کی جنگ فتح دمشق کے بعد ۱۵ھ میں ہوئی۔ اس مضمون میں جنگ کی بیان کردہ تفصیلات انھی روایات کے مطابق ہیں۔ ان کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق حضرت ابوبکر کی وفات اور خالد کی معزولی کی خبر اس وقت ابوعبیدہ بن جراح کو دی گئی جب وہ دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ انھوں نے فوراً اس کا اعلان نہ کیا۔ خالد نے سبکدوشی کا حکم سن کر کہا، ابوبکر نے وفات پائی اور عمر خلیفہ بن گئے ہیں تو کیا؟ ہمارا کام تو سمع و طاعت کرنا ہے۔ ابوعبیدہ نے خالد کو گھڑ سوار فوج (cavalry) کے سربراہ اور اپنے فوجی مشیر کی حیثیت سے برقرار رکھا۔

جمادی الاولیٰ ۱۳ھ (جولائی ۶۳۴ء) کی جنگ اجنادین، رجب ۱۳ھ (ستمبر ۶۳۴ء) کی جنگ فحل اور رجب ۱۵ھ (اگست ۶۳۶ء) کی جنگ یرموک کے بعد شام میں بازنطینی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ ان تینوں جنگوں میں سے یرموک کی جنگ کو جو خالد بن ولید کی بڑی فتوحات میں سے ایک تھی فوجی تاریخ کی زبردست فیصلہ کن جنگ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد عیسائی دنیا میں اسلام نے تیزی سے پیش قدمی کی۔ جنگ یرموک ایک ایسی جنگ کی بہترین مثال ہے جس میں ایک کم تر فوج نے ایک برتر فوج کو برتر جنرل شپ کے ذریعے شکست دی۔ خالد بن ولید، سیف اللہ کو میدان جنگ کے اونچ نیچ کا خوب علم تھا، وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کارزار میں اپنی قلیل فوج سے کس طرح کام

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنی بہترین اسٹریٹیجی کے ذریعے اپنے دستوں کو اپنی مرضی کے مطابق آگے پیچھے کیا، کم زور مقامات پر اپنی قوت مرکوز کر کے کئی گنا زیادہ فوج رکھنے والے دشمن کو حرکت (movement) سے بے بس کر دیا اور اس کی فرار کی راہیں مسدود کر کے اسے برے انجام سے دوچار کیا۔ رومی و بازنطینی جرنیل اس صلاحیت سے عاری تھے۔ چھ روزہ جنگ میں ان کی گھڑسوار فوج (cavalry) نے کوئی کارکردگی دکھائی نہ چوتھے دن حاصل ہونے والی برتری سے ان کے کمانڈروں نے کوئی فائدہ اٹھایا۔ خالد کی یہ عظیم فتح مستشرقین کی سمجھ میں نہ آ سکی اسی لیے بجاے اس کے کہ خالد کی کارکردگی کو سراہتے، انھوں نے ان کی شان دار کامیابی کی دور از کار توجیہات تراشنا شروع کر دیں۔ Gibban نے لکھا ہے کہ جنگ ختم ہونے سے پہلے ریت کا ایک زبردست طوفان اٹھا جس کی آڑ میں خالد نے رومیوں کو شکست سے دوچار کیا۔ یہ ایسا طوفان تھا جو Gibban کے ذہن ہی میں اٹھا، کیونکہ تاریخ کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔

یرموک میں فتح حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں نے شام میں اپنی چھوڑی ہوئی پوزیشنیں واپس حاصل کیں اور جنوبی شام میں واقع بازنطینیوں کے آخری ٹھکانے یروشلم (بیت المقدس) کا رخ کیا۔ جنگ یرموک سے بچ کر آنے والے رومی بھی وہاں پناہ لیے ہوئے تھے۔ اسلامی فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا جو چار ماہ تک جاری رہا پھر اہل شہر اس شرط پر ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہوئے کہ امیر المومنین عمر بن خطاب خود آ کر کنجیاں وصول کریں۔ فتح بیت المقدس کے بعد جیش اسلامی پھر منقسم ہو گیا۔ یزید بن ابوسفیان قیصریہ چلے گئے اور بیروت فتح کیا۔ عمرو اور شرحبیل نے فلسطین کے بقیہ علاقے زیر کیے جبکہ ابوعبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید نے شمالی شام کی فتح مکمل کی۔ ابوعبیدہ نے خالد کو سب سے پہلے قنسرین (Chalcis) روانہ کیا۔ وہاں کا قلعہ یونانی جرنیل میناس کی حفاظت میں تھا جسے رتبے میں بادشاہ کے بعد دوسرے نمبر پر سمجھا جاتا تھا۔ میناس نے محاصرے کا انتظار کرنے کے بجاے اصل فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی آگے بڑھ کر مقدمہ میں شامل خالد اور دوسرے کمانڈروں کو نشانہ بنانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ جمادی الاول ۱۶ھ (جون ۶۳۷ء) کو قنسرین کے مشرق میں تین میل کے فاصلے پر واقع حاضر کے مقام پر اس نے جیش خالد پر حملہ کر دیا۔ میدان جنگ میں میناس اگلی صفوں میں تھا اس لیے ابتدا ہی میں مارا گیا۔ اس کے سپاہیوں نے بدلہ لینے کے لیے زوردار حملہ کیا، لیکن خالد نے اپنے گھڑسواروں کو چاروں طرف پھیلا کر بازنطینی فوج کو گھیرے میں لے لیا۔ نتیجۃً ان کا ایک سپاہی بھی زندہ نہ بچ سکا۔ حاضر کے لوگوں نے خالد کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، لیکن قنسرین میں موجود فوجی قلعہ بند ہو گئے۔ خالد نے انھیں پیغام لکھ بھیجا، اگر تم بادلوں میں بھی ہوئے تو اللہ ہمیں تمھارے برابر اوپر لے جائے گا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

یا تمھیں جنگ کے لیے نیچے لے آئے گا۔ اب اہل قنسرین نے ترت ہتھیار ڈال دیے۔ سیدنا عمر جنگ حاضر کی تفصیل سن کر خالد کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ خالد واقعی ایک کمانڈر ہیں۔ اللہ ابوبکر پر رحم کرے، وہ مجھ سے زیادہ انسانوں کی پہچان رکھتے تھے۔

رمضان ۱۶ھ (اکتوبر ۶۳۷ء): قنسرین کے بعد ابوعبیدہ اور خالد اپنی سترہ ہزار کی فوج لے کر حلب (Aleppo) پہنچے جہاں کا قلعہ رومی جرنیل یواخم (Joachim) کے قبضے میں تھا۔ وہ مقابلے کے لیے اپنی فوج لے کر کھلے میدان میں آیا، لیکن جلد ہی شکست کھا کر قلعہ بند ہونے پر مجبور ہو گیا۔ پھر محاصرہ توڑنے کے لیے کئی بار اندر سے حملہ کیا اور کامیاب نہ ہوا۔ ہرقل سے بھی کوئی مدد نہ ملی تو وہ صلح کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے اسلام قبول کر لیا اور اور اس کے چار ہزار سپاہیوں کو امان مل گئی۔

خالد اور ابوعبیدہ کا اگلا ہدف انطاکیہ تھا، لیکن پہلے انھوں نے کئی چھوٹے چھوٹے قلعے زیر کیے جو انطاکیہ کے دفاع کا کام دیتے تھے۔ قلعۂ اعزاز ان میں سے ایک تھا جسے مالک بن اشتر نے فتح کیا۔ ان اقدامات کے بعد خالد اور ابوعبیدہ نے انطاکیہ کی طرف مارچ کیا۔ انطاکیہ سے بارہ میل باہر دریاے عاصی (Oronates) پر بنائے ہوئے نو محرابوں والے سنگلاخ پل کے قریب مسلم فوج اور بازنطینی فوج میں جنگ لڑی گئی۔ اس جنگ کو آہنی پل والی جنگ اس لیے کہا جاتا تھا، کیونکہ دریاے عاصی کے پل کے دونوں دروازے لوہے سے بنائے گئے تھے۔ یہاں بھی خالد بن ولید نے اہم رول ادا کیا۔ دس ہزار جانوں کا نذرانہ دینے کے باوجود رومیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے بچے کھچے فوجی انطاکیہ کے قلعے میں پناہ گزین ہو گئے۔ پھر شوال ۱۶ھ (۳۰ اکتوبر ۶۳۷ء) کو ہتھیار ڈال کر امان پائی اور استنبول کی راہ لی۔ اب ابوعبیدہ نے جنوب کا رخ کیا اور لزکیہ، جبلہ اور طرطوس کے علاقے فتح کیے، جبکہ خالد شمال کی سمت میں گئے اور دریاے کزل (دریاے سرخ، Kizilimak River) تک اناطولیہ (ترکی) کی سرزمین فتح کی۔ الجزیرہ ۱۷ھ (۶۳۸ء) میں عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اس کے بعد ابوعبیدہ نے خالد اور عیاض کو اس کے شمال کی طرف بھیجا۔ انھوں نے عدیسا، امیدا (دیار باقر)، ملطیا، آرمینیا اور ارارات کے علاقوں کو اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔ انھی ایام میں قحط پڑ گیا، فوج کی پیش قدمی رک گئی اور خالد کا فوجی کیریئر اختتام کو پہنچا۔

ایشا کے قیام کے دوران میں خالد پر شراب کے محلول سے بنے ہوئے صابن سے نہانے کا الزام لگا۔ ۱۷ھ (۶۳۸ء) میں فتح مرعش کے بعد انھوں نے مشہور شاعر اعشیٰ کو اپنی شان میں قصیدہ پڑھنے پر سرکاری خزانے سے دس ہزار درہم انعام دیا۔ سیدنا عمر نے فوراً ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ خالد کو منبر کے سامنے کھڑا کر کے ان کی ٹوپی اور پگڑی اتار لی

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

جائیں۔ اگر انھوں نے رقم سرکاری خزانے سے دی تو خیانت کی اور اگر اپنی جیب سے دی تو اصراف کیا۔ ابوعبیدہ خالد کا احترام کرتے تھے۔ انھوں نے یہ کام بلال کو کرنے کے لیے کہا۔ خالد نے قنسرین جا کر اپنے دستے کو خدا حافظ کہا اور مدینہ روانہ ہو گئے۔ سیدنا عمر نے ان کی برطرفی کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی، میں نے خالد کو اس لیے معزول کیا تا کہ لوگ جان لیں کہ فتح خالد کی وجہ سے نہیں، بلکہ اللہ کی جانب سے ہوتی ہے۔ اس طرح ۱۷ھ (۶۳۸ء) میں خالد بن ولید فوج سے مکمل ریٹائر کر دیے گئے۔ حضرت علی نے ایک بار حضرت عمر سے پوچھا، آپ نے خالد کو معزول کیوں کیا تھا؟ سیدنا عمر نے جواب دیا، انھوں نے بڑے بڑے لوگوں اور شعرا پر مال صرف کرنا شروع کر دیا تھا۔ سیدنا علی نے کہا، آپ انھیں مالی معاملات سے الگ کر دیتے اور فوج کی سربراہی پر رہنے دیتے۔ سیدنا عمر نے کہا، وہ اس پر راضی نہ ہوتے۔

فوج سے ہٹائے جانے کے بعد خالد بن ولید چار سال سے بھی کم عرصہ زندہ رہے۔ انھوں نے ۲۱ھ (۶۴۲ء) میں حمص (Homs، پرانا نام ایمیشا، Emesa) میں وفات پائی جب ان کی عمر پچاس (کچھ روایات کے مطابق ساٹھ) سال تھی۔ افسوس کہ ان کی شہادت کی آرزو پوری نہ ہو سکی اور زندگی کے آخری دن انھیں بستر پر گزارنے پڑے۔ خالد کو غسل دینے والے شخص نے دیکھا کہ ان کے جسم پر تلواروں کی ضربوں، نیزوں کے گھاؤ اور تیر لگنے کے نشانوں کے بیچ ذرا سی بھی صحت مند جلد نہ تھی یعنی جسم کے ہر حصے پر جہاد فی سبیل اللہ نے نشان چھوڑ رکھا تھا۔ خالد کو باب حمص میں دفن کیا گیا۔ ان کے مقبرے کے ساتھ مسجد خالد بن ولید تعمیر کی گئی ہے۔ بنومغیرہ کی خواتین نے خالد کے گھر میں جمع ہو کر گریہ کیا تو سیدنا عمر نے ان کو منع نہ کیا۔ ابن سعد کی اس روایت کو کہ خالد مدینہ میں فوت ہوئے اور حضرت عمر نے ان کے جنازے میں شرکت کی، ترجیح نہیں دی گئی۔ وفات کے وقت خالد کے پاس ایک گھوڑا، کچھ اسلحہ اور ایک غلام تھا۔ گھوڑے اور اسلحے کو ان کی وصیت کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف کر دیا گیا۔

خالد بن ولید سے مروی احادیث کی تعداد زیادہ نہیں، ان میں سے ایک بخاری و مسلم میں ہے۔ خالد سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، ان کے خالہ زاد عبداللہ بن عباس، جابر، قیس بن ابوحازم، مقدام بن معدی کرب، علقمہ بن قیس، جبیر بن نفیر اور شقیق بن سلمہ۔

ایک بار خالد اپنی خالہ ام المومنین میمونہ کے ہاں گئے تو دیکھا کہ بھنی ہوئی گوہ پڑی ہے جو انھیں ان کی بہن حفیدہ بنت حارث نے نجد سے بھیجی تھی۔ خالہ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا تو آپ نے ہاتھ ہٹا لیا۔ خالد نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، لیکن یہ کیونکہ ہماری قوم کی سرزمین میں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نہیں ہوتی (یا کھائی نہیں جاتی) اس لیے مجھے اس سے کراہت محسوس ہوتی ہے۔ اس پر میں نے گوہ کو پکڑ لیا اور کھا لیا، آپ دیکھتے رہے اور منع نہ فرمایا۔

خالد بن ولید کا قد لمبا، شانے چوڑے اور ڈاڑھی گھنی تھی۔ وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، انھیں کتابت وحی کا شرف بھی حاصل ہے۔

خالد نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے شکوہ کیا، امیر المومنین عمر نے مجھے شام بھیجا پھر کسی اور کو مجھ پر ترجیح دی اور مجھے ہندوستان بھیجنا چاہا۔ ایک شخص نے کہا، صبر کیجیے! کیونکہ فتنے ظاہر ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ خالد نے کہا، جب تک عمر بن خطاب زندہ ہیں، فتنے نمودار نہ ہوں گے، ہاں ان کے بعد ایسا ہو سکتا ہے۔

خالد نے سو سے زیادہ جنگوں میں فتح حاصل کی، ان کے مفتوحہ علاقوں میں دجلہ وفرات کی عراقی سرزمین (Mesopotamia)، بازنطینی شام اور ساسانی ایران شامل ہیں۔ اتنی عظیم کامیابیاں ۱۰ھ سے ۱۴ھ تک (۶۳۲ء تا ۶۳۶ء) چار سال کے قلیل عرصے میں حاصل کی گئیں۔ وفات سے پہلے کہا، میں نے شہادت کی آرزو میں اتنی جنگوں میں شرکت کی کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں تلوار یا خنجر سے لگے زخم کا نشان نہ ہو پھر میں بستر پر بوڑھے اونٹ کی طرح جان دے رہا ہوں۔ ان کی اہلیہ نے جواب دیا، آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سیف اللہ کا خطاب ملا ہے۔ یقیناً اللہ کی تلوار ٹوٹنے کے لیے نہیں ہوتی، اس کی منزل محض فتح ہوتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

خالد کے دس بھائی (بعض روایات کے مطابق تیرہ یا سات) تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں، ہاشم، ولید، عمارہ، عبدالشمس۔ ان کے والد ولید بن مغیرہ نے مرتے وقت وصیت کی، میرے خون کا بدلہ بنوخزاعہ سے لینا ہے، اسے رائیگاں نہ ہونے دینا۔ میرا سود بنوثقیف سے لینا ہے، اسے ہرگز نہ چھوڑنا۔ ابوازہیر دوسی سے میرا مہر لینا بنتا ہے، چھوٹنے نہ پائے۔ اس نے اپنی بیٹی مجھ سے بیاہی تھی اور اس کا مہر لے کر رخصت نہ کیا تھا۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کا قبیلہ بنومخزوم بنوخزاعہ پر چڑھ دوڑا، انھیں خون بہا کا کچھ حصہ ہی مل سکا پھر دونوں قبیلوں کی صلح ہو گئی۔ کچھ عرصہ گزرا تھا کہ ہشام بن ولید نے ذوالمجاز کے بازار میں ابوازہیر کو قتل کر دیا۔ خالد بن ولید نے جب جنگ طائف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی تو اہل طائف سے اپنے باپ کے سود کا مطالبہ کیا۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی 'یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ'۔ ''اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود بچتا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم صاحب ایمان ہو'' (البقرہ ۲: ۲۷۸) تو خالد سود سے دست بردار ہو گئے۔ خالد بن ولید کی بہنوں کے نام فاختہ، فاطمہ اور نجیہ ہیں۔ سلیمان، عبدالرحمان اور مہاجر

ان کے بیٹے تھے۔ سلیمان جن کے نام پر خالد کنیت کرتے تھے، مصر کی فتح کے دوران میں شہید ہوئے۔ مہاجر جنگ صفین میں حضرت علی کی جانب سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ عبدالرحمان عہد عثمانی میں ایمیشا (حمص) کے گورنر رہے۔ جنگ صفین میں انھوں نے معاویہ کا ساتھ دیا۔ ان کی وفات زہر دیے جانے سے ہوئی۔ اکلوتے پوتے خالد بن عبدالرحمان کی وفات سے خالد کی نسل ختم ہو گئی۔

ایک روایت ہے کہ آخری وقت میں حضرت عمر سے جانشین مقرر کرنے کی درخواست کی گئی تو انھوں نے ابوعبیدہ بن جراح کو خلیفہ بنانے کی آرزو کا اظہار کرنے کے علاوہ یہ خواہش بھی ظاہر کی کہ اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے تو انھی کو اپنا نائب مقرر کر دیتا پھر اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر کہتا، میں نے تمھارے بندے اور خلیل کو فرماتے سنا ہے ''خالد اللہ کی ایک تلوار ہیں جو اس نے مشرکین پر سونت دی ہے۔''

مطالعۂ مزید: الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، سیر اعلام النبلاء (ذہبی)، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (ابن حجر)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ: ظہور احمد اظہر)، The Sword of Allah (Lt.Gen.A.I.Akram)، Wikipedia

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com